بفیضِ حضور مفتیِ اعظم حضرت علامہ شاہ محمد مصطفےٰ رضا قادری برکاتی نوری قدس سرہٗ

نوری مقال در اَمرِ ہلال

بقلمِ فیض رقم حضرت علامہ مفتی شاہ محمد کوثر حسن صاحب قبلہ قادری رضوی مدظلہ النورانی

شائع کردہ:

نوری دار الافتاء

دارالعلوم نوری (نوری نگر) ۳۱۹، گدرہوا، بلرام پور، یوپی پن ۲۷۱۲۰۱

سن اشاعت: صفر المظفر ۱۴۳۵ھ مطابق دسمبر ۲۰۱۳ء

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم وعلی اٰلہ الفخیم

● ہروہ جسے ہم غلبۂ ظن سمجھیں ہرجگہ بکارآمدنہیں ـــــ **ایک عادل کی خبرمفیدِغلبۂ ظن ہوتی ہے ، اوردیانات میں مقبول ومعتبربھی ہوتی ہے ، جیسا کہ امام اہلسنت قُدِّسَ سِرُّہٗ نے الاحلی من السکر لطلبة سکر روسر میں فرمایا**

[کل کی برف میں شراب ملنے کی خبر ، اگرمنتہائے سند مسلمان عادل اگرچہ ایک ہی ہو ، جب بھی احترازواجب ، اوربرف حرام ونجس ، **فان فی الدیانات لا یشترط العدد ویقبل خبر الواحد العدل بلا تردد** [مختصرًا فتاویٰ رضویہ ج۲ ص۱۱۷]]

مگرامرِ ہلال میں سوارمضان کے مقبول ومعتبرنہیں ، اور رمضان میں بھی بحالِ صفائے مطلع بغیرکسی خصوصیتِ خاصہ کے معتبرنہیں

اگرمطلق غلبۂ ظن معتبرہوتو یہ نااعتباری ، جس کی فقہائے کرام نے تصریح فرمائی ، اس کے کیامعنیٰ ہوں گے؟

قاضیِ شرع کا خط دوسرے قاضی کے نام ، جسے دوعادل دارالقضا سے لیکرآئیں ، اورشہادت دیں کہ ، یہ قاضیِ مذکورکاخط آپ کے نام ہے ، جسے قاضی مذکورنے ہمارے سامنے لکھااورہمیں اس پرگواہ کیا ، یہ شہادتِ عدلین گوشرع نے اسے یقین کا درجہ عطافرمایا ، تاہم بالغ مبلغ تواترنہیں ، کہ فی نفسہٖ مُورِثِ یقینِ کلامی ہو ، توضرورمفیدِغلبۂ ظن ہی ہے ، اوردربارۂ ہلال وغیرہ مقبول ومعتبرہے

مگرقاضی دوسرے قاضی کے پاس خودآکربیان کرے تومقبول ومعتبرنہیں ، خط بھی اسی کی زبان تھی ، کہ **القلم احدی اللسانین** ، جودوگواہوں کے توسط سے پہنچی ،

اور جس احتمالِ کذب وخطاء سے خبرِ واحد کو چارہ نہیں ، وہ اس توسط میں اور زیادہ ہوا ، مگر پھر بھی مقبول ومعتبر ، اور براہِ راست بیانِ قاضی میں قصرِ مسافت وتقلیلِ احتمال ، مگر پھر بھی نامقبول ونامعتبر ، تو وجہ کیا ہے؟

یہ کہ غلبۂ ظن وہ معتبر ہے ، جو طریقۂ شرع سے حاصل ہو ، نامۂ قاضی کے قبول پر صحابہ وتابعین رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالیٰ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن نے برخلافِ قیاس اجماع فرمایا ، ولہذا وہ مقبول ہوا

اور قاضی کا بالمشافہ یا فون وغیرہ جدید آلہ جات سے بیان اس سے جدا ہے ، لہذا نامقبول ٹھہرا

امامِ اہلسنت قُدِّسَ سِرُّہٗ کے فتاویٰ میں ہے

تنبیہِ چہارم:۔ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ دوسرے شہر سے بذریعۂ خط خبرِ شہادت دینا ، صرف قاضیِ شرع سے خاص ، جسے سلطان نے فصلِ مقدمات پر والی فرمایا ہو ، یہاں تک کہ حَکَم کا خط مقبول نہیں ، درمختار میں ہے **القاضی یکتب الی القاضی وھو نقل الشھادۃ حقیقۃ ولا یُقبل من مُحکَّم بل من قاض مُوَلّی من قِبَل الامام الخ ملتقطًا** [رد المحتار ج ۴ ص ۳۸۹ ، ۳۹۰ ، ۳۹۵] فتح میں ہے **ھذا النقل بمنزلۃ القضاء ولھذا لا یصِحّ الّا من القاضی** [فتح القدیر ج ۷ ص ۲۷۷] غیر قضاۃ تو یہیں سے الگ ہوئے ، رہے قاضی ان کی نسبت صریح ارشاد کہ اس بارے میں نامۂ قاضی کا قبول بھی اس وجہ سے ہے کہ صحابہ وتابعین رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالیٰ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن نے برخلافِ قیاس اُس کی اجازت پر اجماع فرمالیا ، ورنہ قاعدہ یہی چاہتا تھا کہ اس کا خط بھی انہیں وجوہ سے جو اوپر گذریں مقبول نہ ہو ، اور پُر ظاہر کہ جو حکم

برخلافِ قیاس مانا جاتا ہے ، مَورِد سے آگے تجاوز نہیں کرسکتا

ائمۂ دین تو یہاں تک تصریح فرماتے ہیں ، کہ اگر قاضی اپنا آدمی بھیجے بلکہ بذاتِ خود ہی آ کر بیان کرے ، کہ میرے سامنے گواہیاں گذریں ، ہرگز نہ سنیں گے ، کہ اجماع تو صرف دربارۂ خط منعقد ہوا ہے ، پیامِ ایلچی وخود بیانِ قاضی اس سے جدا ہے ، امام علامہ محقق علی الاطلاق شرحِ ہدایہ میں فرماتے ہیں

الفرق بین رسول القاضی و کتابه حیث یُقبل کتابه و لا یُقبل رسوله فلان غایة رسوله ان یکون کنفسه و قدّمنا انه لو ذکَر ما فی کتابه لذٰلک القاضی بنفسه لا یَقبله وکان القیاس فی کتابه کذٰلک الّا انه اُجیز باجماع التابعین علیٰ خلاف القیاس فَاقتُصِرَ علیه [فتاوٰی رضویہ ج۴ ص ۵۲۵،۵۲۶،فتح القدیر ج۷ ص ۲۷۳]

خط اور ایلچی دونوں قاضی کے روانہ کردہ ، مگر ان میں یہ فرق ، کہ خط مقبول اور پیامِ ایلچی نامقبول ـــــ اس کا سبب یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ ایلچی کی حیثیت خود قاضی کی سی ہوگی ، اور ہم پہلے بیان کرچکے ، کہ خود قاضی اپنے خط کا مضمون دوسرے قاضی کے سامنے بیان کرے تو نہیں مانا جائے گا ، خط کے بارے میں بھی قیاس یہی تھا کہ نہیں مانا جاتا ، مگر خط کے مقبول ہونے پر تابعین کا اجماع ہے ، اس لیے برخلافِ قیاس خط جائز رکھا گیا ، تو یہ برخلافِ قیاس حکم خط ہی تک محدود رہے گا

● قاضی کا یا چاند دیکھنے والے کا دور دراز مقام سے فون وغیرہ آلاتِ ترسیل کے ذریعہ بیان ، گو مُفیدِ ظن ہو ، تاہم وہ ضرور پسِ پردہ کی آواز ہے ، اور ضرور احتمالِ زُور سے دوچار ہے ، اور دربارۂ ہلال بے اعتبار ہے ، امام اہلسنت قُدِّسَ سِرُّہٗ فرماتے ہیں

یوں ہی ٹیلیفون ، کہ اُس میں شاہد مشہود نہیں ہوتا ، صرف آواز سُنائی دیتی ہے ، اور علماء تصریح فرماتے ہیں ، کہ آڑ سے جو آواز مسموع ہو اُس پر احکام شرعیہ کی بنا نہیں ہو سکتی ، کہ آواز آواز سے مشابہ ہوتی ہے ، **تبیین الحقائق امام زیلعی** [بیان ما یشترط للشهادة فی ثبوت الولادة و البكارة و عيوب النساء ج ۵ ص ۱۶۰] پھر **فتاویٰ عالمگیریہ** [كتاب الشهادة باب بيان تحمل الشهادة وحدّ ادائها ج ۳ ص ۴۵۲] میں ہے **لو سمِع مِن وَراء الحِجاب لا يسَعه ان يشهَد لاحتمال ان يكون غيره اذ النغمة تُشبِه النغمة** الخ **وصورة الثُّنيا التی ذكر لا تحقق لها فيمانحن فيه كما لا يخفىٰ** [فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۵۲۷]

ٹیلیفون دینے والا اگر سننے والے کے پیشِ نظر نہ ہو ، تو امورِ شرعیہ میں اس کا کچھ اعتبار نہیں ، اگرچہ آواز پہچانی جائے ، کہ آواز مشابہِ آواز ہوتی ہے ، اگر وہ کوئی شہادت دے معتبر نہ ہوگی ، اور اگر کسی بات کا اقرار کرے تو سننے والے کو اُس پر گواہی دینے کی اجازت نہیں ، ہاں اگر وہ اس کے پیشِ نظر ہے ، جسے دو بدو آمنے سامنے سے تعبیر کرتے ہیں ، یعنی اس کی دونوں آنکھیں اُس کی دونوں آنکھوں کے سامنے ہوں ، ایک دوسرے کو دیکھ رہا ہو ، اور ٹیلیفون کا واسطہ صرف بوجہِ آسانی آواز رسانی کے لیے ہو ، کہ اتنی دور سے آواز پہنچنا دشوار تھا ، تو اس صورت میں اس کی بات جس حد تک شرعًا معتبر ہوتی ، اب بھی معتبر ہوگی ، مثلًا خود اپنی رویت کی شہادت ادا کرے تو مانی جائے گی ، اگر وہ مقبول الشہادۃ ہے [فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۵۲۸، ۵۲۹]

واضح رہے کہ ٹیلیفون سے مسموع بیان کی نا اعتباری کو ، امامِ اہلسنت قُدِّسَ سِرُّہٗ

نے اس پر مبنی نہیں فرمایا ، کہ وہ بیان تار وغیرہ کی طرح بذریعۂ وسائطِ نامعتبر موصول ہوتا ہے ، بلکہ اس پر مبنی فرمایا ، کہ اس میں شاہد سامنے موجود نہیں ہوتا ، صرف آڑ سے آواز سنائی دیتی ہے ، اور اسی وجہِ نااعتباری پر تبیین وعالمگیری سے وہ جزئیہ پیش فرمایا

آواز کی شناخت وغیرہ قرائن سے جو یقین یا غلبۂ ظن حاصل ہوجانا سمجھتے ہیں ، وہ عرفی ہے ،وہ اگر اُن امور سے متعلق ہو ، جو **مکاتباتِ ناس فیما بینھم** کے دائرے میں آتے ہیں ، تو وہاں مقبول ومعتبر بھی ہے ، مگر دربارۂ ہلال مقبول ومعتبر نہیں ، کیونکہ ثبوتِ ہلال کے لیے شرع نے جو طریقہ بتایا ، وہ اُس طریقۂ شرعی سے حاصل شدہ نہیں ہے ، کہ اس پر صوم وعید کی بنا ہوسکے ، امامِ اہلسنت **قُدِّسَ سِرُّہٗ** فرماتے ہیں

[یہ زعم کہ ہم کو تو یقین ہوگیا ، صحیح نہیں ، یقین وہ ہے جو حُجّتِ شرعیہ سے ناشی ہو

[فتاویٰ رضویہ ج۴ص۵۶۲]]

اور **البُدور الاَجِلّه فی اُمور الاَهِلّه** میں فرمایا

[یقینِ عرفی کچھ بکار آمد نہیں] [فتاویٰ رضویہ ج۴ص۵۸۰]

پھر اس کی شرح **نُور الاَدِلّه** میں فرمایا

[**اقول**۔یہ ایک نفیس مسئلہ ہے ، جس پر فقیر غفر اللّٰہ تعالیٰ لہٗ نے تنبیہ کی ، یقین دو طرح کا ہوتا ہے ، ایک شرعی کہ طریقۂ شرع سے حاصل ہو ، دوسرا عرفی کہ باوجود عدمِ طریقۂ شرعی ،صرف اپنے مقبولات ومسلمات ، یا تجربیات ومشہورات اور قرائن خارجیہ کے لحاظ سے اطمینان حاصل ہوجائے ، ناواقف لوگ مُدرَکِ عرفی وشرعی میں تفرقہ نہ جان کر ، اسے کافی ووافی ودلیلِ شرعی گمان کرتے ہیں ، حالانکہ یہ صریح خطا ہے

مثلاً جہاں شرعِ مطہر نے شہادت میں عدد شرط کیا ، دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں ہوں ، وہاں ہمارے کسی اعظمِ معتمد اَجَلِّ مستند نے جسے افضلِ اولیائے عالَم جانیں ، اور وہ واقع میں بھی غوثِ زمانہ ہی ہو ، شہادت دی کہ میرے سامنے ایسا ہوا ، اور میں نے بچشمِ خود دیکھا ، ہمیں جو اعتبار اس کے فرمانے پر آئے گا ، ہرگز دو چار دس بیس کی بات پر بھی اس سے زیادہ نہ ہوگا ، مگر شرع دوسرا گواہ اور مانگے گی ، اور معاملہ زنا میں تین ، تو اگر ایسے ہی تین گواہی دیں جب بھی نامسموع ، کہ قرآنِ کریم نے بِـاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فرمایا ، اگرچہ اس میں شک نہیں ، کہ سامع مطلع کو ان کے ارشاد میں اصلاً محلِّ شک نہ ہوگا

اِسی طرح ہزاروں نظیریں اس مسئلہ کی ہوں گی ، اور پھر قرائن بے چارے کس گنتی شمار میں ہیں ، **ذی علم** کو بارہا واقع ہوتا ہے ، کہ بہت **امورِ خارجہ** کے لحاظ سے ، چاند ہونے پر **اطمینانِ کامل** رکھتا ہے ، مگر جب تک ثبوتِ شرعی نہ ہو ، ہرگز حکمِ **رویت نہیں کرتا** ، یوں ہی جب ثبوت **میزانِ شرع** پر ٹھیک اُترے گا ، مجبوراً حکمِ **رویت کرے گا**، اگرچہ بنظرِ امورِ دیگر کسی طرح ہلال کا ہونا دل پر نہ جمے ایسی ہی جگہ **عالم وجاہل** کا فرق کھلتا ہے ، جب قرائن اس کے خلاف ظاہر ہوتے ہیں ، جُہّال حکمِ عالم پر اعتراض کرنے لگتے ہیں ، حالانکہ وہ جانتا ہے ، کہ جو میں نے کیا ، وہی رائے صائب تھی ، اور مجھ پر بہرحال مُدرَکِ شرعی کی پابندی واجب [فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۵۸۳]

● دو چار دس بیس یا کثیر فون دربارۂ ہلال استفاضۂ شرعیہ میں نہیں آسکتے ، کیونکہ **اولاً** تو ان میں احتمالِ تزویر لگا ہوا ہے ، امامِ اہلسنت سے فقہائے کرام کا ارشاد سن چکے ، کہ آڑ

سے جو آواز مسموع ہو ، اس پر احکام شرعیہ کی بنا نہیں ہوسکتی ، کہ آواز آواز سے مشابہ ہوتی ہے

ولہذا فقہائے کرام نے استفاضہ میں متعدد جماعتوں کا بلدۂ ثبوت سے بلدۂ غیرِ ثبوت میں آنا تحریر فرمایا ، کہ اس صورت میں **وہ تعدد واقعی عیانی تعدد ہوگا**، اور النغمة تُشبِہ النغمة یعنی اشتباہِ آواز کی تہمت سے بھی ، اپنے مقبولات ومسلمات وقرائن خفیہ یا متفردہ کے ذریعہ نہیں ، جو کہ محض مورثِ یقینِ عرفی ہوتے ہیں ، بلکہ **ظاہر باہر طور** پر بری ہوگا

فون وغیرہ ترسیلِ آواز کے جدید آلہ جات سے اگر امور دنیا کا یقین ہوجاتا ہے ، تو وہ فوراً نہیں ہوتا ، اور جملہ تفاصیل کے ساتھ نہیں ہوتا ، بلکہ جزوی رو سے ہوتا ہے اور اس کے لیے ایک عرصہ درکار ہوتا ہے ، جس سے کہ احتمالِ خلاف مرتفع ہوجائے

ثانیاً دربارۂ ہلال استفاضہ شرعیہ وہ ہے ، کہ بلدۂ ثبوت کے عام سُکّان سے ، بلدۂ غیر ثبوت کے عام سُکّان کو منتقل ہوتا ہے ، نہ یہ کہ صرف قاضی کو پہنچے ، یا محض دو چار دس بیس کان اُسے سن لیں ، امامِ اہلسنت ، ردالمحتار علامہ شامی سے ، اور وہ ذخیرہ امام شمس الائمہ سے ناقل **الصحيح من مذهب اصحابنا ان الخبر اذا استفاض وتحقق فيما بين اهل البلدة الاخرىٰ يلزمهم حكم هذه البلدة** اھ **ومثله فى الشرنبلالية عن المغنى** [فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۶۳۳ ردالمحتار ج ۲ ص ۱۰۲]

اور علامہ شامی سے ناقل

[**فكانت تلك الاستفاضة بمعنى نقل الحكم المذكور**] [فتاویٰ رضویہ ج۴ ص ۵۵۳]

دیکھو ! بلدۂ غیر ثبوت کے عام سکان تک اس خبر کا پہنچنا فرمایا ہے ، اور جب ان ساکنین تک وہ مستفیض و متحقق پہنچ جائے ، تو اب انہیں کسی قضائے نو کی احتیاج نہیں ، بلکہ بلدۂ ثبوت ہی کی قضا ، جبکہ وہ شہر اسلامی اور احکام و حکام کی پابندی وہاں دوامی ہو ، ان بلدۂ غیر ثبوت کے ساکنین کے لیے کافی ہو جائے گی ، اور اُن پر صوم و عید واجب و لازم ٹھہرائے گی ، اور استفاضہ کا مطلب یہ ہوا ، کہ بلدۂ ثبوت میں جو حکم و قضا واقع ہوا تھا ، وہی اس بلدۂ غیر ثبوت کے عام ساکنین کو پہنچا

یہ استفاضہ کی اس صورت میں ہے ، جس کی تحقیق علامہ شامی عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ وَالرِّضْوَان نے فرمائی ـــــــ اور وہ صورت جو امام اہلسنت قُدِّسَ سِرُّہٗ نے ظاہر فرمائی ، اس میں بلدۂ ثبوت کی رویت بذریعۂ تواتر بلدۂ غیر ثبوت کے ساکنین کو پہنچے گی ، اور بغیر کسی حکم و قضا کے صوم و عید کے لیے کافی و موجب ہوگی ، فرماتے ہیں

[ایک صورت یہ بھی متصور کہ دوسرے شہر سے جماعاتِ کثیرہ آئیں اور سب بالاتفاق بیان کریں ، کہ وہاں ہمارے سامنے عام لوگ اپنی آنکھ سے چاند دیکھنا بیان کرتے تھے ، جن کا بیان مُورِثِ یقینِ شرعی تھا ، ظاہرا اس تقدیر پر وہاں کسی ایسے حاکمِ شرع کا ہونا ضروری نہیں ، کہ رویت فی نفسہا حجتِ شرعیہ ہے لقولہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم صُوْمُوْا لِرُؤْیَتِہٖ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْیَتِہٖ جب جماعتِ تواتر جماعتِ تواتر سے اُن کی رویت کی ناقل ہے تو رویت بالیقین ثابت ہوگئی [فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۵۵۴]]

اس سے ثابت ہوا کہ قاضی یا چند افراد کا متعدد مقامات سے رویت یا حکم کی خبریں حاصل کرنے کی کوشش کرنا ، اس زعم پر کہ استفاضۂ شرعیہ ہو جائے گا ، یہ دربارۂ ہلال

استفاضۂ شرعیہ کو نہ سمجھنے سے ناشی ہے ، کیونکہ وہ خبریں ہزار ہوں ، اور بالفرض ہر تہمت و اشتباہ سے بری ہوں ، تو بھی قاضی یا چند اَنفار واحد و آحاد ہیں ، اہل بلدۂ اخریٰ نہیں ، اور استفاضہ وہ ہے جو **استفاض فیما بین اھل البلدۃ الاخریٰ** ہو

پھر استفاضہ کی جس صورت میں نقلِ حکم ہوتا ہے ، اس کے لیے بلدۂ ثبوت میں جن شرطوں کا ہونا ضروری ہے ، آج ان شرطوں پر پورے اترتے بلاد کتنے ہیں؟..... ولہذا امام اہلسنت قُدِّسَ سِرُّہٗ نے زیرِ استفاضۂ مذکور فرمایا

[تاریک شہر جہاں نہ کوئی قاضیِ شرع نہ مفتیِ اسلام ، یا مفتی ہے مگر نا اہل جسے خود احکامِ شرع کی تمیز نہیں ، جیسے آج کل کے بہت مدعیانِ خامکار ، خصوصًا وہابیہ ، خصوصًا نا مقلدین وغیرہم فُجّار ، یا بعض سلیم الطبع سنی ناقص العلم نا تجربہ کار ، یا مفتی محقق معتمد عالِم مستند ہے ، مگر عوام خودسر اُس کے منتظرِ احکام نہیں ، پیشِ خویش اپنے قیاساتِ فاسدہ پر جب چاہیں عید و رمضان قرار دے لیتے ہیں ، ایسے شہروں کی شہرت ، بلکہ تواتر بھی اصلاً قابلِ قبول نہیں ، کہ اُس سے کسی حجتِ شرعیہ کا ثبوت نہ ہوا [فتاویٰ رضویہ ج۴ ص۵۵۲]]

نیز فرمایا

[یہاں عامۂ بلاد میں نہ حاکم شرعی ، نہ لوگ پابندِ احکام شرعی ، پھر استفاضہ ہوا بھی تو کیا **وَحَسْبُنَا اللّٰهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ** [فتاویٰ رضویہ ج۴ ص۶۴۱]]

آج کیا انقلابِ زمانہ سے صلاح و فلاح کا دور دورہ ہو گیا ، بے علم ناخواندہ اہلِ علم پر اپنی بالا دستی میں اپنی چلتی کون سا دقیقہ فرو گذاشت کرتے ہیں ، گو صورتاً صف تتبع میں رہتے ہیں ،

وہ بھی محض الزام سرکشی کے دفعیہ کے لیے ، پھر ان کی ان کے حسب مرام مقتدائی کے لیے ایک نہیں کئی متسمین علم انہیں فراہم ہیں ، جن کی ہِمَمِ افکار تحصیلِ دنیائے دنی میں گم ، وہ ہزار جان سے ان کی تکمیل اہوا کے لیے ساعی و تیار ، **فانا للّٰہ وانا الیہ راجعون**

جنہیں اللہ تعالیٰ نے علم دیا ، اور نورِ بصیرت سے نوازا ، اُن کے خوف واحتیاط کا یہ عالم ہے ، کہ دو باہم مخالف استفاضے ایک انتیس کا دوسرا تیس کا اُن کے شہر کو پہنچے ، تو وہ غور فرماتے ہیں کہ پہلا کیا دوسرے کا مزاحم ہو سکے گا؟..... جیسے بحالِ صفائے مطلع جمِّ غفیر میں سے دو ایک کو نظر آنا مقبول نہیں ہوتا ــــ چنانچہ زیرِ استفاضہ فرماتے ہیں

قد وقعتُ هذه الحادثة فی دمشق سنة ۱۲۳۹ تسع و ثلاثین ومائتین وألف ، ثبَت رمضان بدمشق لیلة الجمعة بعد شعبان ثلاثین و کان فی السماء علة فی تلک اللیلة ، ثم استفاض الخبر عن أهل بیروت وأهل حمص أنهم صاموا الخمیس لکن استفاض الخبر عن عامة البلادسوی هذین البلدین أنهم صاموا الجمعة مثل دمشق ، فهل تعتبر الاستفاضة الأولیٰ فی مخالفتها للثانیة أو لا بناء علی أن

یہ واقعۂ استفاضہ ۱۲۳۹ھ میں دمشق میں پیش آیا ، دمشق میں ماہِ رمضان تیس شعبان کے بعد شبِ جمعہ کو ثابت ہوا ، شعبان کی تیسویں شب آسمان میں ابر تھا ، پھر اہلِ بیروت اور اہلِ حمص سے خبرِ مستفیض آئی ، کہ ان لوگوں نے جمعرات کو روزہ رکھا ، لیکن ان دو کے علاوہ عامۂ بلاد سے خبرِ مستفیض آئی ، کہ اُن کے سکان نے دمشق ہی کی طرح جمعہ کو روزہ رکھا ، تو آیا پہلا استفاضہ دوسرے کی مخالفت میں مانا جائے گا ؟..... یا نہیں ؟..... بنا بریں کہ ظاہر اس کو مقتضی

الظاهر يقتضى غلط أهل تلك البلدتين نظير ما مر فيما لو كانت السماء مصحية ورأى الهلال واحد لا يعتبر لأن التفرد من بين الجم الغفير ظاهر فى الغلط مع أنه ليس بين تلك البلاد بُعد كثير بحيث تختلف به المطالع، لكن ظاهر الاطلاق يقتضى لزوم عامة البلاد ما ثبت عن بلدة أخرىٰ، فكل من استفاض عندهم خبر تلك البلدة يلزمهم اتباع أهلها، ويدل عليه قوله: ويلزم أهلَ المشرق برؤية أهل المغرب اذ ليس المراد بأهل المشرق جميعهم بل بلدة واحدة تكفى كما لا يخفى

[منحة الخالق على البحر الرائق ج ۲ ص ۴۷۱ **علامه ابن عابدین شامی** قُدِّسَ سِرُّہٗ السامی]

ہے کہ ان دو شہر والوں سے غلطی ہوئی، جیسے جب آسمان صاف ہو اور کسی ایک کو ہلال نظر آئے تو نہیں مانا جاتا، کہ جماعتِ عظیم میں سے تنہا ایک کو نظر آنا اس ایک کی غلطی میں ظاہر ہے، پھر ان بلاد میں کوئی ایسا زیادہ فاصلہ نہیں جس سے اختلافِ مطالع ہو [جس سے ان دو شہروں میں نظر آنا، اور دیگر بلاد میں نظر نہ آنا، بعید نہ رہے] لیکن [دربارۂ استفاضہ کلماتِ علماء میں نا صفائی مطلع یا کثیر فاصلہ کی قید نہیں، تو یہ] ظاہرِ اطلاق مقتضی ہے، کہ عامۂ بلاد کو جو دوسرے شہر سے ثابت ہوا لازم ہے، تو جن لوگوں تک بھی اس شہر کی خبر مستفیض پہنچی، اُن پر اس شہرِ ثبوت کے ساکنین کی اتباع لازم ہے، اور اس پر یہ قولِ بحر دلیل ہے، کہ اہلِ مشرق پر اہلِ مغرب کی رویت سے صوم و افطار لازم ہے، کیونکہ اہلِ مشرق سے مراد تمام بلادِ شرقیہ نہیں، بلکہ ایک شہر کافی ہے، جیسا کہ مخفی نہیں

● **دور دراز مقامات** یا **پورے ملک** کو، خبر رسانی کے جدید آلہ جات، ظاہر

باہر طریقے پر غلبۂ ظن نہیں کرا سکتے ، اور علامہ شامی عَلَیۡہِ الرَّحۡمَۃُ وَالرِّضۡوَان نے جو توپ کے فیر اور قندیلوں کی روشنی کو رویت کے طُرُقِ مُوجِبہ سے شمار کیا ، تو اس کا سِر بھی واضح فرما دیا کہ

[لانہ علامۃ ظاھرۃ تفید غلبۃ الظن] [فتاویٰ رضویہ ج۴ص۵۵۵ ردالمحتار ج۲ص۹۹]

یعنی یہ ایک **کھلی نشانی** اور **ظاہر باہر علامت** ہے جو غلبۂ ظن کرا دیتی ہے ،

جدید آلہ جات کا اعلان جب دور دراز مقامات کو پہنچے گا ، تو وہ ظاہر باہر ثبوت نہیں ہوگا ، اور خارجی قرائن یا اپنے مقبولات و مسلمات ذاتی معلومات سے اگر غلبۂ ظن ہو ، تو ظاہر ہے ، کہ وہ ظاہر باہر غلبۂ ظن نہیں ہوگا ، بلکہ ذاتی انفرادی غلبۂ ظن ہوگا ، اور وہ وہی یقینِ عرفی ہے ، جو در بارۂ ہلال بکار آمد نہیں جیسا کہ گذرا

یوں ہی ہدایہ و فتح القدیر میں جو فرمایا

لو سمع من وراء حجاب کثیف لا یشف من ورائہ لا یجوز لہ ان یشھد لان النغمۃ تشبہ النغمۃ الا اذا احاط بعلم ذلک لان المسوغ ھو العلم غیر ان رویتہ متکلما بالعقد طریق العلم بہ فاذا فرض تحقق طریق آخر جاز

[فتح القدیر کتاب الشھادات ج۷ص۳۵۸]

دبیز آڑ جس سے پار کچھ نظر نہ آئے اس کے پیچھے سے کچھ سنا تو شہادت نہیں دے سکتا ، اس لیے کہ آواز آواز کے مشابہ ہوتی ہے ، مگر جب کہ اس کو پوری طرح جان لے ، کیونکہ شہادت کو روا ٹھہرانے والی چیز علم ہے ، ہاں آدمی کو عقد کی بات چیت کرتے ہوئے دیکھنا علم کا ایک ذریعہ ہے ، تو جب یہ صورت ہو کہ علم کا کوئی اور ذریعہ پایا گیا تو شہادت دینا روا ہوگا

اس سے اپنے مقبولات و مسلّمات کے ذریعہ حاصل ہونے والا علم مراد نہیں ، کہ وہ وہی یقینِ عرفی ہے ، جو شرعًا مقبول و معتبر نہیں ، بلکہ وہ علم و یقین مراد ہے ، جو ظاہر

باہر طریقے سے ہو ، ولہذا علامہ ابن ہمام قُدِّسَ سِرُّہٗ نے اس کی تصویر یہ پیش کی

وذلک بان یکون دخل البیت فرآہ فیہ وعلم انه لیس به احد غیرہ ولا منفذ غیر الباب وھو قد جلس علیه وسمع الاقرار اوالبیع فانه حینئذٍ یجوز له الشهادة علیه بما سمع لانه حصل به العلم فی ھذہ الصورة	جیسے گھر میں جا کر دیکھا اور جان لیا کہ اس گھر میں ایک شخص کے علاوہ کوئی نہیں اور دروازے کے سوا اس گھر میں گھسنے کا کوئی ذریعہ نہیں ، اب دروازے پر بیٹھ گیا اور اقرار یا بیع سنا تو جو کچھ سنا اس کی اس شخص کے خلاف شہادت دے سکتا ہے کہ اس صورت میں یقیناً اسے علم حاصل ہے

[فتح القدیر کتاب الشهادات ج۷ص ۳۵۸]

ولہذا ٹیلیفون کے ذریعہ خبرِ رویت کی بے اعتباری کا حکم دے کر امام اہلسنت قُدِّسَ سِرُّہٗ نے فرمایا

وصورة الثُّنیا التی ذکر لا تحقق لها فیما نحن فیه کما لا یخفی	مستثنٰی کی جو صورت ذکر فرمائی ، مسئلۂ دائرہ میں قطعاً نہیں پائی جاتی ، جیسا کہ مخفی نہیں

[فتاویٰ رضویہ ج۴ ص۵۲۷]

مسلمانوں پر شریعتِ مطہرہ نے یہ لازم نہیں فرمایا ، کہ انتیس کی رویت اگر تمہیں نہ ہو ، تو ضرور ہی کہیں سے تلاش کر کے لاؤ...... یا تمہیں ہوگئی تو ضرور ہی دور دراز شہروں کو اسے پہنچاؤ ، ہرگز نہیں ــــ بلکہ یہ فرمایا

صوموا لرؤیته وافطروا لرؤیته فان اغمی علیکم فاکملوا عدة شعبان ثلثین [بخاری شریف کتاب الصوم ج ۱ ص۲۵۶]	چاند دیکھ کر روزہ رکھو ، چاند دیکھ کر ختم کرو ، اور اگر مطلع صاف نہ ہو ، تو تیس کی گنتی پوری کرلو [فتاویٰ رضویہ ج۴ ص۵۷۵]

ــــ ’’مسلمانوں کو حکم سے غرض ہے تیس انتیس سے کیا کام ‘‘ــــ [فتاویٰ رضویہ ج۴ص ۵۲۸]

مسلمان اس کے محتاج ہیں ، کہ انہیں اللہ و رسول جَلَّ وَ عَلا وَصَلَّی اللّٰہُ تعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے حکم کی بندگی ، اور فرمانِ خدا و رسول کے سامنے سچے دل سے سرافگنی سکھائی جائے ،علامہ سید محمد ابن عابدین شامی تمام دیارِ شامیہ کے مفتیِ اجل رَحْمَۃُ اللّٰہِ تعَالیٰ عَلَیْہِ نے ، بلا ثبوتِ شرعی ماہِ رمضان کا روزہ شروع کر لینے سے ، مسلمانوں کو روکا ، اگرچہ بارہا ایسا ہوا ، کہ ثبوت ملنے پر ، یکم رمضان کا روزہ ، آپ نے قضا رکھا ، اور مسلمانوں سے رکھوایا ، مگر حکم کی بندگی کرنا کرانا سکھایا ، چنانچہ مِنْحۃ الخالق علی البحر الرائق کتاب الصوم ج ۲ ص ۲۶۹ میں فرماتے ہیں

[قلّ مایُریٰ الھلال فیھا (ای فی دمشق) فی لیلتہٖ وقد وقع فی زمنی غیر مرۃ قضاء نا یوما افطرناہ من اولہ]

دمشق میں انتیس کو ہلال کم ہی دکھائی دیتا ہے ، میرے زمانے میں بارہا ایسا ہوا ، کہ یکم رمضان کا روزہ ، جو ہم نے نہ رکھا تھا ، اُسے قضا رکھا

- علامہ ابن حجر ہیتمی شافعی نے الفتاوی الفقھیۃ الکبریٰ میں جو فرمایا

[واقل عدد المستفیض اثنان وھو قول الفقھاء] [کتاب الصوم. ج ۲ ص ۶۱]

اس سے حسب مصطلح شوافع مراد یہ ہے کہ جو روایت حدیث دو طرق سے مروی ہو وہ فقہاء کے لیے استنباط احکام میں حدیث مستفیض کا درجہ رکھتی ہے ـــــــــ نہ یہ کہ **دربارۂ ہلال** دو کا بیان فقہاء کے نزدیک استفاضہ ہو جائے گا ، حاشا ـــــ امرِ ہلال میں فقہاء کے نزدیک استفاضہ کیا ہے؟...... اسے تو علامہ ابن حجر نے وہیں اسی بیان میں تین سطر بعد خود ہی تحریر فرمادیا کہ

[ومن ثم قال الفقهاء يشترط فی الاستفاضة ان يسمع الشاهد من جمع كثيرين يقع فی نفسه صدقهم ويؤمن توافقهم على الكذب فلا يكفی سماعه من عدلين لم يشهداه علیٰ انفسهم]

دیکھو ! کتنا صاف فرمایا کہ......استفاضہ میں ایسی جماعت کثیرہ سے سننا ضروری ہے ، جن کے بیان کی سچائی پر دل کو اطمینان ہو جائے ، اور یہ کھٹکا نہ رہ جائے کہ ان لوگوں نے اس معاملے میں کذب بیانی پر ایکہ کرلیا ہوگا....مزید برآں اس پر یہ تفریع بھی ذکر فرمادی کہ.... استفاضہ میں دو عادلوں سے سننا کافی نہیں

تو وہ قول بالا ، کہ وہ بھی فقہاء ہی سے انہوں نے نقل کیا ، اُس کا یہ مطلب ہو کہ....دربارۂ ہلال استفاضہ میں دو کا بیان کافی ہے......تو صریح تعارض قولین ہو جائے گا۔

● فقیہ حنبلی سلیمان بن عبدالقوی طوفی نے شرح **مختصر الروضة** میں اگر یہ کہا کہ ____ مفہومِ استفاضہ میں تواتر ماخوذ نہیں ____ تو دو تین چار معدودے چند کی خبر کو روایات اثر و احکام موت ونسب و وقف وغیرہ میں نامستفیض ہی کہا ، چہ جائیکہ استفاضۂ ہلال ، اور اس کو بھی رد کر دیا کہ ایسی خبر مستفیض ہو جاتی ہے ، بلکہ دربارۂ مستفیض اپنی تحقیق میں وہ شیوع معتبر مانا جس میں کذب کا امکانِ عادی نہ رہے ، اور یہ اس کثرت میں ہوتا ہے جو بالغ مبلغ تواتر ہو ، ان کی عبارت یہ ہے

وأيضا الخبر اما تواتر : وقد عرف ، أو آحاد : وهو اما مستفيض ، [أو غير مستفيض] وهو بقية الآحاد .

قلت : المستفيض مأخوذ من : فاض الماء والاناء ونحوه : اذ امتلأ ، حتى

تبـدد الماء من حافاته ، كما سبق فى شرح الخطبة . والتحقيق فى الخبر المستفيض بموجب هذا الاشتقاق ، وبموجب عرف الناس : أنه الخبر الشائع الذائع ، المنتشر فـى الـنـاس انتشـارا يبعد معه الكذب عادة ، وهو الذى يثبت به الموت ، والنسب ، والـمـلـك الـمـطـلـق ، والـنـكـاح ، والوقف ومصرفه ، والعتق ، والولاء ، والولاية ، والعزل ، والخلع ، والطلاق على الصحيح فيه من حيث النظر

فأما من اعتبر فيه عددا يقع العلم بخبره على ظاهر كلام أحمد والخرقى ، فهو اعتبار التواتر فيه ، وليس بمعتبر فى الاستفاضة .

وأمـا اكتـفـاء الـقاضى فيه باثنين فصاعدا ، وقول من قال : ثلاثة فصاعدا ، فليس لأن المستفيض ذلك ، بل لأن الغالب فيما أخبر به اثنان أو ثلاثة فصاعدا أنه مستفيض عند هذا القائل ، وهو ممنوع . والتحقيق فى المستفيض ما ذكرناه

[شرح مختصر الروضة . تعريف الاحاد ج ٢ ص ١٠٨ ، ١٠٩]

فليكن التحقيق محمولا على الشيوع فى المرتبة الثانية وبذلك يكون المستفيض احـد قسـمـى الاٰحاد ولا يعارض قوله الاٰتى ”وليس معتبرا فى الاستفاضة“ وحينئذ كأنّه الموافق لما قال الحنفية فى الروايات للاثر كما فى المسلّم والفواتح ۔

فقط والله ورسوله اعلم بالصواب جَلَّ وَعَلا وصَلَّى اللّٰهُ تعالىٰ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ .

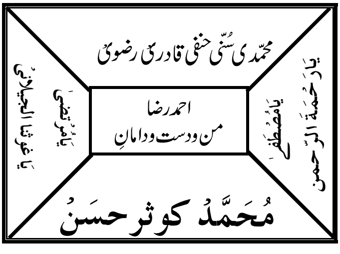

کتبه الفقير **محمّد كوثر حسن**

السنّى الحنفى القادرى الرضوى غفر له

١١رصفرالمظفر ١٤٣٥ھ مطابق ١٦ردسمبر ٢٠١٣ء